عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی !!

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

ماہنامہ
ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ/ نومبر ۲۰۱۰ء

RegNo.P476

جلد:نہم

شمارہ:3

فہرست

فی شمارہ: -/15 روپے

سالانہ بدل اشتراک: -/180روپے

ملنے کا پتہ: پوسٹ آفس بکس نمبر1015، یونیورسٹی کیمپس، پشاور۔

ای-میل: physiologist72@yahoo.com

mahanama_ghazali@yahoo.com

saqipak99@gmail.com

زکوٰۃ و صدقات

(حضرت مولانا اشرف صاحب سلیمانیؒ)

سلوک اصلاح نفس، تزکیہ قلب، حصول فضائل اور ازالہ رذائل کا دوسرا نام ہے۔ نفس کے امراض خبیثہ وقبیحہ میں بخل وامساک اور حرص وآز نہایت مہلک مرض اور بے شمار باطنی بیماریوں کی جڑ اور بنیاد ہیں۔ بخل وحرص اصلاً ایک ہی حقیقت کے دو مظہر اور ایک ہی بیماری کی دو صورتیں ہیں۔ اس لئے قرآن کریم نے بخل وحرص کو ایک جامع لفظ 'الشح' سے تعبیر کیا اور انسانی نفوس سے اس کا گہرا تعلق ظاہر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

اُحْضِرَتِ الْاَ نْفُسُ الشُّحَ. (النساء۔۱۲۸)

ترجمہ: اور نفوس کو حرص کے ساتھ اقتران ہوتا ہے۔

'الشح' عربی میں اس رذیلہ کا نام ہے جس کی وجہ سے حرص وبخل انسان کے نفوس میں جگہ اور پرورش پاتا ہے۔ امام راغب اصفہانی نے الشح کا معنیٰ ''بخل مع حرص'' لکھا ہے۔ (مفردات راغب، ص ۲۵۶)

یہ 'رذیلہ' انسان کو اپنے مال کے خرچ کرنے میں بخیل اور دوسروں کے مال کا حریص [1] بنادیتا ہے۔ حرص وبخل ایسا قبیح مرض ہے جو بے شمار امراض قلبی، حب مال، حب جاہ، دنائت، پستی خیانت، چوری، ڈاکہ زنی، لوٹ کھسوٹ، ناجائز نفع اندوزی وغیرہ کو جنم دیتا ہے۔ بقول حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ: ''بہرحال حرص تمام پریشانیوں کی جڑ ہے اور ایسا مرض ہے کہ اس کو ام الامراض کہنا چاہئے کیونکہ اس کی وجہ سے جھگڑے فساد ہوتے ہیں، اس کی وجہ سے مقدمہ بازیاں ہوتی ہیں۔ اگر لوگوں میں حرص نہ ہو تو کوئی کسی کا حق نہ دبائے اور پھر ان فسادات کی بھی نوبت نہ آئے۔ بدکاری، چوری وغیرہ کا منشاء حرص ہی ہے کہیں حرص مالی، کہیں حرص لذات، نیز اخلاقِ رذیلہ کی جڑ بھی یہی حرص ہی ہے۔ عارفین کا قول ہے کہ تمام اخلاقِ رذیلہ کی اصل کبر ہے اور کبر کا منشاء بھی ایک گونہ حرص ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ وہ بھی حرص ہی کا ایک فرد ہے۔ تو حرص منشاء ہوا تمام معاصی کا یہاں سے اس حدیث کا مطلب واضح ہوگیا۔ حب الدنیا راس کل خطیئۃٍ. حُبّ دنیا ہی کا نام تو حرص ہے۔ (علاج الحرص، ص۔۱۱،۱۲)

---

[1] روح المعانی ص ۳۸۔۳۹ ج:۹ میں تفصیلات دیکھی جاسکتی ہیں

اس شنیع رذیلہ کی انہیں قباحتوں کی بنا پر حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے تحریر فرمادیا ہے کہ: الشح اقبح الاخلاق. (حجۃ اللہ البالغہ،ص۲۹،ج۲). ترجمہ: حرص مع البخل سب سے بدترین خلق ہے۔

حضرت سیدی الشیخ قدس اس کے مظاہر کے بارے میں فرماتے تھے: ''حب مال وحب جاہ زہر کے دولبالب پیالے ہیں جس کے منہ سے لگ گئے ہلاک ہوگیا''۔ایک جگہ ارقام فرماتے ہیں: ''حقیقت میں ترقی جس کی اس وقت دم بدم پکار ہے۔اونچے محلوں، بھرے خزانوں،شاہانہ احتراموں ،بیش قیمت لباسوں، گراں بہا سامانوں، بڑی بڑی تجارتوں، اعلیٰ ملازمتوں، اونچی تنخواہوں، اعزازوں اور خطابوں کا نام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کے ساتھ بلند اخلاق، شریف عادات اور پاک وصاف قلب کا نام ہے جو آب وگل سے وابستہ اور فانی کا طالب نہ ہو اور حرص وہوا، حب مال وحب جاہ کا گرویدہ نہ ہو، جس میں اخلاص کے ساتھ خالق کی رضا کے لئے خلق کی خدمت کا جذبہ ہو۔

(مقدمہ جامع المجددین،ص۲۹)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس بدترین اخلاقی بیماری سے بچنے والوں کی تعریف فرمائی۔ چنانچہ انصار کے بارے میں ارشاد باری ہے۔

والَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَوَ الْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِھِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ ھَاجَرَ اِلَیْھِمْ وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِ ھِمْ حَاجَۃً مِّمَّا اُوْتُو ا وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ وَلَوْکَانَ بِھِمْ خَصَاصَۃٌ ط وقف وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُوْلٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ . (الحشر۔۹)

ترجمہ: اور نیز ان لوگوں کا بھی فے (بیت المال کی ایک شاخ) میں حق ہے جو دارالاسلام (یعنی مدینہ) میں ان (مہاجرین) کے (آنے کے) قبل سے قرار پکڑے ہوئے ہیں اور ایمان والے جو ان کے پاس ہجرت کرکے آتے ہیں، اس سے یہ لوگ محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے اس سے یہ انصار اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے اور اپنے سے انہیں مقدم رکھتے ہیں (کھانے کھلانے میں) اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو اور واقعی جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جائے ایسے

ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں انصار کی جن صفات کی تعریف کی گئی ہے اس میں 'الشح' (حرص وبخل) کے نہ ہونے کی تعریف فرمائی گئی ہے۔ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا اُوْتُوْا. ترجمہ: اورنہیں پاتے بیچ دلوں اپنے کے خلش (حرص کی وجہ سے) اس چیز سے کہ دیئے جاویں مہاجرین کو۔ میں حرص کی نفی اور و يُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ". ترجمہ: اور اپنی جانوں سے مہاجرین کو مقدم رکھتے ہیں (کھانے کھلانے وغیرہ میں) اگر چہ ان پر فاقہ ہی ہو۔ میں عدم بخل کو سراہا گیا ہے۔

گویا انصار کا خاص کمال یہ تھا کہ وہ حرص وبخل سے بری تھے۔ اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور حقیقی کامیابی کے مستحق تھے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ 'الشح' سے بچنے کیلئے حرص وبخل سے بچاؤ اور دوسروں پر انفاق ضروری ہے کہ اس مہلک مرض کا عملی علاج ہے انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ چنانچہ دوسری جگہ ارشاد باری ہے۔

اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ط وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ط وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ.

(التغابن۔۲)

ترجمہ: تمہارے اموال اور اولاد بس تمہارے لئے ایک آزمائش کی چیز ہیں اور (جو شخص ان میں پڑکر اللہ کو یاد رکھے) تو اللہ کے پاس (اس کیلئے) بڑا اجر ہے تو جہاں تک ہوسکے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اس کے (احکام کو) سنو اور مانو اور (بالخصوص مواقع حکم میں) خرچ کیا کرو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا اور جو شخص نفسانی حرص سے محفوظ رہا ایسے ہی لوگ آخرت میں فلاح پانے والے ہیں۔ اگر تم اللہ کو اچھی طرح (یعنی خلوص کے ساتھ) قرض دو گے تو وہ اس کو تمہارے لئے بڑھاتا چلا جاوے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا قدردان ہے (کہ عمل صالح کو قبول فرماتا

ہے)اور بڑا ابر دبار ہے۔

ان آیتوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حرص وبخل کا علاج 'انفاق' فی سبیل اللہ ہے اور زکوٰۃ وصدا قات کے وجوب وحکم کی ایک بڑی وجہ اسی رذیلہ کا علاج ہے۔ حضرت سید الملۃ قدس سرّہٗ 'دولت' کے بارے میں اسلامی نقطہ نظر کی وضاحت فرمانے کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

''اس سلسلہ میں دولتمندی کی سب سے بڑی بیماری بخل کو دنیا میں انسانیت کا بدترین مظہر اور آخرت میں بڑی سے بڑی سزا کا مستوجب قرار دیا اور جو اس گناہ سے پاک ہو اسی کو کامیابی کی بشارت دی''۔

وَ مَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُوْلٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ . (الحشر۔۹)

ترجمہ: اور جو اپنے جی کے لالچ سے بچایا گیا وہی لوگ ہیں مراد پانے والے۔

بخل کا مبتلا دوسروں کے ساتھ بخل نہیں کرتا بلکہ درحقیقت وہ خود اپنے ساتھ بخل کرتا ہے۔ وہ اسکی بدولت اس دنیا میں اپنے آپ کو ہر دلعزیزی اور نیک نامی بلکہ جائز آرام وراحت تک سے اور آخرت میں ثواب کی نعمت سے محروم رکھتا ہے، فرمایا:

وَمَنْ یَّبْخَلُ فَاِنَّمَایَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِہٖ وَاللّٰہُ الْغَنِیُّ وَ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ . (محمد:۳۸)

ترجمہ: اور جو بخل کرتا ہے وہ اپنے آپ ہی سے بخل کرتا ہے اور اللہ تو غنی ہے اور تم ہی محتاج ہو۔

اس آیتِ پاک میں در پردہ یہ بھی واضح کر دیا کہ جس دولت کو تم اپنی سمجھتے ہو وہ درحقیقت تمہاری نہیں۔ اصل مالک خدا ہے اور تم خود اس کے محتاج ہو پھر جو شخص مال کا اصلی مالک نہ ہو بلکہ محض امین ہو، وہ اصلی مالک کے حکم کے مطابق اس کو صرف نہ کرے اور یہ سمجھے کہ یہ خود اس کی ملکیت ہے اور اس کو اپنی ملکیت میں سے کسی کو کچھ دینے نہ دینے کا اختیار ہے۔ خائن اور بے ایمان نہ کہا جائے گا؟ درحقیقت یہی تصور کہ یہ مال میرا ہے اور میری شخصیت اور انانیت کی طرف اس کی نسبت ہے۔ دنیا کی تمام برائیوں اور بدیوں کی جڑ ہے۔ اس آیت پاک کی یہ تعلیم اسی جڑ کو کھودتی ہے اور بیخ وبُن سے اکھاڑ

کر پھینک دیتی ہے۔

پھر دولت کے ان مجازی مالکوں اور امینوں کو یہ بتا دیا گیا کہ ان کو خدا کی عدالت میں اپنی دولت کے ایک ایک ذرہ کا حساب دینا پڑے گا۔

ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ . (تکاثر۔۸)

ترجمہ: پھر اس دن تم سب سے نعمتوں کا حساب پوچھا جائیگا۔

اس لئے ان کو خوب سمجھ لینا چاہیے کہ وہ اپنی دولت کو کہاں اور کس طرح صرف کرتے ہیں ان لوگوں کو جو اپنے روپے کی تھیلیوں کو اپنی نجات ذریعہ سمجھتے ہیں تنبیہ کی۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ o نِ الَّذِىْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ o يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗ اَخْلَدَهٗ o كَلَّا . (الھمزۃ۔ ا تا ۴)

ترجمہ: برائی ہو اسکی جو طعنہ دینا اور عیب چنتا ہو، جو مال کو سینٹ کر رکھتا ہو اور اس کو گن گن کر، وہ خیال کرتا ہے کہ اس کا مال اس کے ساتھ سدا رہے گا، ہرگز نہیں۔

فرمایا: ''رشک کرنا صرف دو آدمیوں پر جائز ہے، ایک تو اس پر جس کو خدا نے علم دیا ہے اور وہ اس کے مطابق شب و روز عمل کرتا ہے اور دوسرے اس پر جس کو خدا نے دولت دی ہے اور وہ اس کو دن رات خدا کی راہ میں خرچ کرتا ہے''۔ (بخاری کتاب العلم) جو لوگ سونے چاندی کو زمین میں گاڑ کر رکھتے ہوں اور کار خیر میں خرچ نہ کرتے ہوں۔ ان کو خطاب کیا۔

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ . (توبہ۔۳۴)

ترجمہ: وہ لوگ جو سونا چاندی گاڑ کر رکھتے ہیں اور اس کو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ ان کو دردناک عذاب کی بشارت دے دو۔

'' ... محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم موسویؑ اور عیسویؑ دونوں شریعتوں کی جامع ہے۔ اسلام نے خیرات کے درجے مقرر کر دیے ایک قانونی اور دوسری اخلاقی، قانونی خیرات کی وہی مقدار باقی رکھی جو موسوی شریعت میں ملحوظ تھی یعنی نصف مثقال نقد اور عشر پیداوار میں، یہ وہ کم سے کم

خیرات ہے جس کا سالانہ ادا کرنا ہر مستطیع اور صاحب نصاب پر واجب ہے اور اس کا وصول اور خرچ کرنا جماعت کا فرض ہے اور اخلاقی خیرات جس کو ہر انسان کی مرضی اور خوشی پر منحصر رکھا ہے۔ اس کو حضرت عیسیٰؑ کی تعلیم کی طرح بلند سے بلند روحانی تخیل کے مطابق قرار دیا اور بلند ہمت انسانوں کو اس پر عمل کرنے کی ترغیب دی، صحابہؓ میں دونوں قسم کے لوگ تھے۔ وہ بھی تھے جو کل کیلئے آج اٹھا کر رکھنا حرام سمجھتے تھے جیسے حضرت ابوذرؓ (بخاری باب ما اوی زکوٰۃ فلیس بکنز) اور وہ بھی تھے جو وقت پر اپنی تمام دولت اسلام کے قدموں میں لا کر ڈال دیتے تھے۔ (ترمذی کتاب المناقب فضائل ابی بکرؓ) اور ایسے بھی تھے جو اپنی تجارت کا تمام سرمایہ خدا کی راہ میں بیک وقت لٹا دیتے تھے جیسے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ (اُسدالغابہ جلد۳، ص ۳۱۶)۔

اور وہ بھی تھے جو خود بھوکے رہ کر دوسروں کو کھلا دیتے تھے اور خود تکلیف اٹھا کر دوسروں کو آرام پہنچاتے تھے جیسے حضرت علی مرتضیٰؓ اور بعض انصار کرامؓ، خدا نے ان کی مدح فرمائی:

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا . (دھر۔۸)

ترجمہ: اور وہ اپنی ذاتی حاجت کے باوجود اپنا کھانا مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں۔

وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ . (حشر۔۹)

ترجمہ: اور وہ اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ خود حاجتمند ہوں۔

غرض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم مختلف انسانی طبیعتوں کے موافق اور فطرت سلیمہ کے مطابق ہے اور ہر ایک کیلئے اس کی استعداد اور اہلیت کے مطابق نجات کا دروازہ کھولتی ہے۔ اس نے وہ طریقہ سکھایا ہے جس سے اہل حاجت اور نیک کاموں کے لئے عملاً ہر وقت امداد مل سکے اور ساتھ ہی ساتھ اہل دل اور اہل استعداد کے مرتبۂ کمال کیلئے بلند سے بلند روحانی معیار کی دعوت اور ترغیب بھی پیش کر دی ہے اور اس کی خوبیاں اور برائیاں بھی بیان کر دی ہیں تا کہ امت کے با حوصلہ حضرات ہمت کے شہپروں سے اُڑ کر اس سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچنے کی کوشش کریں۔

حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں اسلام کے اس آخری

مرتبہ کمال کی تشریح ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

وایں طائفہ ، جان و مال در باختہ اندو باہیچ کس ماسواللّٰہ نہ پر داختہ اندگفتہ ایشاں است اَلْفَقِیر مالُہٗ مباحٌ و دَمہٗ ھدر ،یعنی درویشِ صادق آن بود کہ بخون و مال اور رادعوی نہ بود ...... اگر مالش برندخوش گردو گوید الحمد للّٰہ کہ حجابے از پیش من برداشتند تا گفتہ از زکوٰۃ نعمت دنیا نزدیک ایں طائفہ محمودنہ باشد ، از انکہ بخل نا ستودہ است و بخلی تمام باید تا دویست درم رادربند کند ویکسال محبوس دارد، آنگاہ پنج درم ازاں بدہد۔

ترجمہ: اس فرقہ نے اپنی جان و مال کو ہار دیا ہے اور خدا کے سوا کسی سے دل نہیں لگایا۔اس کا مقولہ ہے کہ درویش وہ ہے جس کا مال وقف اور جس کا خون معاف ہو اس کو اپنی جان و مال پر کوئی دعویٰ نہ ہو........ اگر لوگ اس کا مال اٹھالے جائیں تو خوش ہو کہ الحمد اللہ اس کے اور خدا کے درمیان جو ایک پردہ پڑا تھا وہ اٹھا یہاں تک کہ ان کا کہنا یہ ہے کہ دنیا کی دولت کو جمع کر کے زکوٰۃ دینا کچھ اچھا نہیں ہے کیونکہ بخالت تعریف کے قابل نہیں۔اور اس کے لئے سال میں دوسو درم جمع ہوں اور پھر وہ ایک سال تک بند پڑے رہیں تب جا کر ایک سال کے بعد پانچ درم ان میں سے خدا کی راہ میں دے بڑی بخالت کی ضرورت ہے۔

اس کے بعد حضرت شبلیؒ کا ایک فتویٰ نقل کیا ہے۔

یکے از فقہا برسبیل آزمائش شبلی رحمۃ اللّٰہ علیہ را پرسید کہ زکوٰۃ در چند لازم آید ، گفت جواب برمذہب فقیراں ؟ گفت برہردو جواب فرما،شبلیؒ گفتہ برمذہب فقہیاں ازدویست درم بعداز حولانِ حول پنچ درم باید داد و بر مذہب فقیراں درحال دویست درم باید داد و جان بشکرانہ برسرباید نہاد، فقہہ گفت ماایں مذہب ازائمہ دین گرفتیم، شبلیؒ گفت ماایں مذہب ازصادقِ رب العالمین گرفتیم یعنی

ابی بکر صدیق رضی اللّٰہ عنہٗ اوہر چہ داشت پیش سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نہاد و جگر گوشہ خویشتن بشکرانہ داد۔ (مکتوب ۳۴، سی صد)

ترجمہ: کسی فقیہہ نے حضرت شبلیؒ سے امتحاناً پوچھا کہ زکوٰۃ کتنے پر ہوتی ہے فرمایا فقہا کے مسلک پر جواب چاہتے ہو یا فقراء کے، کہا دونوں کے، فرمایا فقہا کے مذہب کے مطابق ایک سال گزرنے پر دوسو میں سے پانچ درم اور فقراء کے مسلک پر فوراً پورے کے پورے دوسو، اور اس نذرانہ کی خوشی میں اپنی جان بھی سر پر رکھ کر پیش کرنی چاہیے۔ فقیہ نے کہا ہم نے یہ مذہب آئمہ دین سے حاصل کیا ہے۔ فرمایا ہم نے یہ مسلک صدیقؓ اکبر سے حاصل کیا ہے کہ جو کچھ تھا وہ سب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیا اور اپنی جگر گوشہ (حضرت عائشہ صدیقہؓ) کو شکرانہ میں دیا۔

محمد رسول اللہ صلی الہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتی مثال اسی دوسرے فریق کے مطابق تھی، آپ کے پاس عمر بھر کبھی اتنا مال جمع نہ ہوا، کہ زکوٰۃ کی نوبت آئے، جو کچھ ہوتا وہ اسی دن اہل استحقاق میں تقسیم ہوجاتا، اگر گھر میں رات کو سونے چاندی کے چند خزف ریزے بھی پڑے رہتے تو گھر میں آرام نہ فرماتے، مگر عام امت کیلئے اپنے مسلک کو فرض نہیں قرار دیا، بلکہ اتنا ہی ان کے لئے مقرر کیا گیا جو ان کی قوت استطاعت اور ہمت کے مطابق ہو، تا کہ نجات کا دروازہ غریبوں اور دولت مندوں کے ہر طبقہ کیلئے یکساں کھلا رہے اور اس لئے تا کہ بے قیدی اور عدم پابندی لوگوں کی سستی اور عدم عمل کا باعث نہ ہو مقدار معین کے مالک پر ایک رقم قانوناً فرض کی گئی تا کہ جماعت کے مجبور و معذور افراد کی لازمی طور سے دستگیری ہوتی رہے۔ (سیرۃ پنجم، ص ۲۵۵ تا ۲۵۹)

☆☆☆☆☆☆☆

اطلاع

آئندہ ماہانہ اجتماع انشاء اللہ تعالیٰ ۱۹ فروری بروز ہفتہ خانقاہ میں منعقد ہوگا، بیان مغرب کے بعد ہوگا۔ ساتھی اپنے بستر ے ساتھ لائیں۔

بیان (۱۸ جولائی ۱۹۹۷ء) (پہلی قسط)

(ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ)

خطبہ ماثورہ!

محترم بزرگو اور دوستو! کسی چیز کا فائدہ آدمی تب حاصل کرتا ہے۔ جب آدمی اس کو پہچانتا ہے اور پہچانے نہیں تو اس کا فائدہ حاصل نہیں کر سکتا۔ ایک بزرگ نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ تمہیں ہزار ہزار روپے کے مسئلے میں سِکھا رہا ہوں، شاگرد بڑے خوش ہوئے۔ ایک طالب علم بازار گیا جوتا اس کا ٹوٹا ہوا تھا۔ اور اس نے موچی سے کہا کہ میرے جوتے کی سلائی کر دو۔ موچی نے کہا کیا دو گے تو اس نے کہا آپ کو ایک مسئلہ بتا دوں گا۔ اس نے کہا مسئلہ آپ اپنے پاس رکھیں ہمیں تو دو آنے دیں تو اس طالب علم کو بڑا افسوس ہوا کہ یا اللہ استاد صاحب تو کہہ رہے تھے کہ ہزار ہزار روپے کے مسئلے ہیں اور یہاں مسئلہ پر جوتا بھی نہیں سیا جاتا تو دل برداشتہ ہو کر واپس آیا۔ اس نے استاد صاحب کے سامنے تذکرہ کیا۔ تو انہوں نے اس کو ایک قیمتی ہیرا دیا کہ یہ لے کر بازار جاؤ تو وہ جو بازار گیا۔ بیر بیچنے والی عورت کے پاس گیا تو اس نے کہا چمکدار پتھر ہے ہمارے کس کام کا ہے تو میں اس کے بدلے بیر نہیں دے سکتی۔ تو یہ جب جانے لگا تو اس نے کہا میرا چھوٹا بچہ ہے چلو وہ اس کے ساتھ کھیلے گا تو آپ ایک مٹھی بھر بیر لے لیں۔ استاد صاحب نے کہا تھا کہ یہ بیچنا نہیں۔ وہاں سے وہ صرافہ بازار گیا جہاں سونا چاندی، ہیرے جواہرات بکتے ہیں تو وہاں پر اُس نے جو ہیرا سامنے کیا صراف کے۔ تو اس نے پہلے دیکھا اسے اوپر نیچے اور پھر کہا برخوردار کہاں سے چوری کیا ہے؟ اس کے حلیے وغیرہ کو دیکھ کر اس کو یہ یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ اس کے ہاتھ میں ہو سکتا ہے یہ ہیرا۔ کما تو یہ سکتا نہیں ہے ظاہر ہے کہیں سے چرایا ہو گا۔ اس نے کہا چرایا نہیں ہے یہ ہمیں استاد صاحب نے دیا تھا تو اس نے کہا ہاں ان کو ہو سکتا ہے۔ اس نے دیکھنے کے بعد کہا کہ یہ تو ایسا ہیرا ہے کہ یہ ہم بازار والے خرید نہیں سکتے۔ اس کو بیچنا بھی ہو تو اس کو بادشاہ خرید سکتا ہے۔ انہوں نے کہا اچھا جی ٹھیک ہے۔ جب واپس آ گئے تو شاگرد نے حالات سنائے تو استاد صاحب نے سمجھایا کہ کسی چیز کی قدر اس کو

پہچاننے والا کرسکتا ہے۔ قدرِ زر زر گر شنا سد قدرِ جوہر جوہری ۔سونے کی قدر زرگر پہچانتا ہے اور جواہرات کی قدر جوہر ہی پہچانتا ہے۔کسی بادشاہ نے یہود پر حملہ کیا، اس وقت یہود صحیح دین پر تھے۔اس نے بالکل ان کا خاتمہ کردیا اور بھاگے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر۔دوسرے آدمی ہیرے جواہر، سونا چاندی اور چیز جس پر زندگی گزر سکتی تھی وہ اٹھا کر بھاگے۔یہود کا کوئی نیک عالم تھا اس نے کوئی چیز نہیں لی وہ تورات لے کر بھاگا۔لوگوں نے کہا آپ کیا کررہے ہیں تو اس نے کہا میں ایسی چیز کو ساتھ لے رہا ہوں کہ اگر یہ باقی رہ گئی تو یہود باقی رہ جائیں گے اور اگر یہ باقی نہ رہی تو یہود باقی نہیں رہ سکتے یعنی سب قیمتی چیزوں سے اور سب ضرورت کی چیزوں سے بڑھ کر یہ چیز ہے۔اگر یہ باقی رہ گئی تو پھر ہم باقی رہ جائیں گے یہ باقی نہ رہی تو ہم بھی باقی نہیں رہ سکیں گے۔تو خیر یہ پہچان ہے۔ہم اور آپ زندگی میں دیکھیں تو پہچان ہی کام کرتی ہے آپ لوگ کہتے ہیں نا پہچان ہی Count کرتی ہے (شمار ہوتی ہے)۔سونے والا سونے کی پہچان پیدا کرتا ہے اس پر کمار ہا ہے، ہیرے والا ہیرے کی پہچان پیدا کرتا ہے اس پر وہ کمار ہا ہے۔احمد خان صاحب بیٹھا ہے سامنے جی گاؤں سے آیا ہے۔اس کو پتہ ہے کہ جَو کی فصل آج کی تاریخ میں بوئی جائے تو فصل نہیں ہوگی اور ۱۵ ستمبر کے بعد جب اسُوج کا مہینہ شروع ہوجائے پھر بوئیں تو فصل ہوگی۔تو اس کو پہچان ہے اس کی، کب بونا ہے کب کاٹنا ہے، پانی کب دینا ہے۔جوار کاشت جب کی جاتی ہے تو اس کے جب تین پتے ہوجائیں تو پھر پانی دیتے ہیں اسے۔پہلے دو پتے ہوں گے پھر تین پتے ہوں گے۔جب تین پتے ہوجائیں تو پھر کھیت کو پانی دیں۔تو یہ پانی اس کو بہت زیادہ فائدہ دیتا ہے۔یہ پہچان ہے اس کی ۔اس پہچان پر یہ زیادہ سے زیادہ فوائد حاصل کیئے جاتے ہیں۔اسی طرح ڈاکٹر نے تربیت دی اپنے کانوں کو، آنکھوں کو، سامنے سے مریض آتا ہے یہ کہتا ہے یہ گردہ کا مریض ہے پچاس فیصد گردہ اس کا ختم ہوگیا ہے۔دیکھتے ہی کہتا ہے، کوئی دیکھے کہے بزرگی ہے اس کی۔نہیں علامات ہیں، اُن علامات کو یہ جانتا ہے کہ پچاس فیصد گردہ تباہ ہوچکا ہے پچاس فیصد باقی ہے، تو یہ آنکھ کی تربیت اس کی ہوئی۔کان کی تربیت ہوئی آواز کو پہچانتا ہے کہ فلانی آواز جب مشین میں آئے، دوربین میں،

سٹیتھوسکوپ کہتے ہیں ناڈاکٹر صاحبان، دوربین دیہاتی لوگ کہتے ہیں دوربین۔ ''چہ ڈانکٹر صیب دوربین نہ دے لگاولے'' (کہ ڈاکٹر صاحب نے دوربین لگا کر دیکھا نہیں) شہر میں ایک ڈاکٹر ہوتا تھا تو دوربین گردن میں پڑی ہوتی تھی کان میں لگائی ہی نہیں ہوتی تھی اور ہر جگہ پر اس کو لگاتا تھا، کوئی کہتا پاؤں پر لگاؤ تو پاؤں پر لگاتا تھا، سر میں درد ہے تو سر پر لگاتا تھا۔ تو کسی نے کہا'' شاہ جی دا خو دے غوگونو کے نہ دے لگاولے ''(کہ شاہ جی کانوں میں نہیں لگائی تم نے) تو اس نے کہا'' پریگدہ اوس تجربہ شوے دہ۔'' (کہ اب تجربہ ہو گیا ہے) کہ اب فیصلہ تجربہ پر ہو رہا ہے۔ تو خیر ڈاکٹر نے کانوں کی تربیت کی ہے کانوں میں پہچان پیدا کی ہے۔ شوشو کی آواز کہ اس طرح شوشو ہوا پھیپھڑوں کی بیماری ہے اس طرح ہوا تو دل کی بیماری ہے۔ انتڑیوں کی ایسی آواز ہوئی تو یہ بیماری ہے، ایسی آواز ہوئی تو یہ بیماری ہے۔ آپریشن کے بعد پیٹ پر دوربین رکھتے ہیں تو ایک دن رکھتا ہے کہتا ہے کچھ بھی کھاؤ پیو نہیں، نلکی پڑی رہے، رگ سے خوراک جائے گی۔ دوسرے دن پھر کہتا ہے کچھ بھی نہیں کھانا ہے، تیسرے دن سے دوربین لگاتا ہے کہتا ہے آج سے قہوہ شروع کردو جی۔ کُڑ کُڑ کی آواز شروع ہوگئی انتڑیوں کی حرکت بحال ہوگئی لہٰذا اب قہوہ وغیرہ یہ کھایا پیا کرے تو یہ پہچان ہے۔

ہمارے قیصر صاحب نے اعلان کیا تھا نا معرفت اور پہچان اور یقین اور توحید یہ باتیں انہوں نے بیان کی تھیں۔ تو پہچان سے ہی بات شروع کردی کیونکہ مسئلہ اٹکا ہوا پہچان کی جگہ پر۔ مانتا آدمی ہے اللہ کو، مانتے تو امریکہ والے بھی ہیں، ڈالر کے اوپر کیا لکھا ہوا ہے؟ In God we trust ہم اللہ پر یقین رکھتے ہیں۔ اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ کہ کمیونزم کا نظام جو کہ اللہ کو نہیں مانتا ہے تو اس کے مقابلے میں ہمیں ایک سلوگن چاہیے، نعرہ چاہئے۔ تو کمیونزم کے اللہ کی ذات کے انکار کے نظام کے مقابلے میں ایک نعرہ چاہیے تھا اور نعرہ ایسا ہو کہ جو ہر وقت ہر ایک آدمی کے ہاتھ میں ہو اور دنیا میں پھیلا ہوا ہو اور دہریوں کو ہر وقت Pinch کررہا ہو (چبھ رہا ہو)، irrtate کررہا ہو (اذیت دے رہا ہو) اور وہ نوٹ کی شکل میں انہوں نے کرلیا کہ In God we

trust ۔تو اللہ کو مانتے ہیں، اللہ کی نہیں مانتے ہیں ۔ اللہ کو کیوں نہیں مانتے ہیں اس لئے کہ اللہ کو پہچانتے نہیں ہیں ۔ ہمارے ایک بزرگ مثال دے رہے تھے کہ ایسی مثال ہے جیسے بوڑھے دادا جان ہوں جو کسی کام کے نہیں رہے۔اُن کو کوئی بے عزت کرنا چاہے محلّہ میں تو ساری برداری، بیٹے ،پوتے سب آستینیں چڑھا کر آجاتے ہیں لڑنے کیلئے ۔لیکن کوئی کام کرنے کا کہیں تو کوئی نہیں مانتا ،کہتے ہیں سٹھیائے ہوئے بوڑھے ہیں ۔ ہمارے ڈاکٹر صاحبان کہا کرتے ہیں Senile Dementia پرانے محاورے میں کہا تھا سٹھیایا ہوا کہ Dementia کا مریض ہے اس کو پتہ ہی نہیں چلتا ہے کہ کیا ہے کیا نہیں ہے، کیا کرنا ہے کیا نہیں کرنا ہے ۔ مانتا اس کی کوئی نہیں ہے۔

قرآن کہتا ہے کفار کے بارے میں۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰه (عنکبوت:٦١)

ترجمہ:اور اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ(بھلا) وہ کون ہے جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور جس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے تو وہ لوگ یہی کہیں گے کہ وہ اللہ ہے۔

(معارف القرآن)

ایک اور آیت میں ہے کہ

وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ج فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَّ وَ مَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَا اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ٥ (لقمان:٣٢)

ترجمہ:اور جب ان لوگوں کو موجیں سائبانوں (یعنی بادلوں) کی طرح (محیط ہو کر) گھیر لیتی ہیں تو وہ خالص اعتقاد کر کے اللہ تعالیٰ ہی کو پکارنے لگتے ہیں، پھر جب ان کو نجات دے کر خشکی کی طرف لے آتا ہے سو بعضے ان میں اعتدال پر رہتے ہیں (یعنی کجئ شرک کو چھوڑ کر توحید کو جو کہ اعدل الطرق ہے اختیار کر لیتے ہیں) اور (بعضے پھر ہماری آیتوں کے منکر ہو جاتے ہیں اور) ہماری آیتوں کے بس وہی لوگ منکر ہوتے ہیں جو بدعہد اور ناشکرے ہیں (کہ کشتی میں جو عہد توحید کا کیا

تھا اس کو توڑ دیا اور خشکی میں آنے کا مقتضی تھا شکرنا اس کو چھوڑ دیا)۔　(معارف القرآن)

انسان جو مان نہیں رہا اور عمل پر نہیں آ رہا، اس کی دو وجہیں میں آپ سے عرض کروں۔ ایک اللہ کی پہچان نہ ہونا اور ایک عادت نہ ہونا۔ پہچان اور عادت پر بات کریں گے یہ دونوں زبردست قوتیں ہیں پہچان اور عادت۔ ہم مختلف محکموں میں کام کرتے ہیں۔ کوئی آدمی آجائے اور سخت کڑوی کسیلی باتیں مجھ سے کرنے لگے۔ تو میں کہوں گا یہ کون آیا ہے؟ وہ کچھ دیر کے بعد کہے کہ آپ کے محکمے کا سیکریٹری ہوں تو فوراً میرے رویے میں تبدیلی آجائے گی۔ کیوں کہ اب میں نے پہچان لیا اور پہچاننے کے بعد دفعتاً اس کے ساتھ کیا مفاد متعلق ہیں اور کیا مضرتیں متعلق ہیں۔ وہ کیا فائدے ہیں جو اس سے مل سکتے ہیں۔ وہ کیا ضرر ہیں جو وہ پہنچا سکتا ہے وہ کیا فائدے ہیں وہ جو روک سکتا ہے اور وہ کیا مضرتیں ہیں جن کو ہٹا سکتا ہے۔ یہ باتیں فوراً آدمی کے سامنے آجاتی ہیں۔ تو اب یہ اس کی کڑوی کسیلی باتوں کا روکھا جواب دے رہا تھا فوراً نرم ہو جائے گا مسکراتے ہوئے باتیں کرنے لگ جائے گا۔ کیونکہ اس سے کیا مل سکتا اور کیا رک سکتا ہے، سارا اس کے سامنے آ گیا تو پہچان اس کے سامنے آ گئی۔ اس نے اس کا مطیع اور تابعدار بنا دیا۔ دوکاندار کے پاس ایک گاہک آ کر کھڑا ہوتا ہے کہتا ہے فلانی چیز ہے جی؟ تو اس کو دیکھ کر کہتا ہے نہیں ہے جی۔ اگر چہ ہوتی ہے۔ دوسرا گاہک آ کر کھڑا ہوتا ہے، آئیں جی تشریف لائیں جی، جلدی کرو حاجی صاحب کو بوتل پلاؤ۔ ان دوکانداروں کو کشف ہوتا ہے دکان پر بیٹھ کر۔ شہر والوں سے پوچھو نا کہ حاجی صاحب اُس پہلے آدمی کو آپ نے فوراً نکال دیا اور دوسرے کی آؤ بھگت کی۔ دوکاندار بتائے گا کہ پہلا گاہک خالصے والا ہے، خالصہ یہاں پشاور کا ایک علاقہ ہے، کہ آدھا گھنٹہ میرا مغز کھائے گا پچاس روپے کا سودہ لے گا اور میرے چار گاہکوں کو خفا کرے گا۔ دوسرے آدمی کے جیب میں پانچ ہزار روپے ہیں اور اس نے دو باتیں کرنی ہے اور آسیہ گیٹ کا فلانا آدمی ہے اور اس نے پانچ ہزار روپے کا سودا خریدنا ہے۔ جس میں ۷۵۰ روپے ہمارا فائدہ ہے۔ تو ہم خالصے والے پر کیوں اپنا وقت ضائع کریں۔ قیصر صاحب کہا کرتا ہے کہ ہم بعض آدمیوں کو لاتے ہیں آپ ان کو کوئی توجہ ہی نہیں دیتے اور بعضوں کی

بڑی آؤ بھگت کرتے ہیں۔میں ان سے کہا کرتا ہوں کہ دکاندار اپنی بکری دیکھتا ہے۔جہاں بکری ہونے کے حالات نہ ہوں ہم اپنا وقت ضائع نہیں کرتے ہیں۔ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ یہ آدمی طلب والا ہے اور اس آدمی کا اللہ کا تعلق پیدا ہوسکتا ہے۔تو ہم وہاں Investment (سرمایہ کاری) کرتے ہیں۔اپنا وقت Invest کرتے ہیں ہمارا اس میں کمیشن لگتا ہے اور جہاں اس کی توقع نہ ہو تو ہم اپنا وقت کیوں ضائع کریں۔تو خیر یہ دکانداروں کی پہچان،معرفت کے بارے میں تذکرہ ہوا کہ وہ اپنے گاہک کو پہچانتے ہیں اور اس پر وہ کماتے ہیں اور اسی پر کاروبار چمکتا ہے۔جو آدمی یہ Assessment ٹھیک نہیں کرسکتا اس کا کاروبار نہیں چمکتا وہ سارا دن لڑائیاں کرتا رہتا ہے،مغز کھپائی کرتا رہتا ہے۔میں شہر گیا،گھنٹہ گھر کے پاس مچھلیوں کی دکانیں ہیں،ایک طرف بیٹھا ہوا ہے بڑی عمر کا دکاندار ایک طرف چھوٹا لڑکا بیٹھا ہوا ہے۔تو میں نے مچھلی دیکھی تو جو پرانی مچھلی ہے اس سے بو اٹھ رہی ہے اور دوسری اچھی ہے اور تازہ ہے۔میں نے تازہ کی قیمت پوچھی اس لڑکے نے قیمت بتائی۔تو دوسرا دکاندار جو اس کا کوئی خیر خواہ واقف تھا یا اس کے والد صاحب کا دوست تھا وہ اس کو وہاں سے Hints دے رہا بدبودار کے بارے میں کہ بغیر کانٹے کے ہے۔مطلب ہے کہ گاہک کو اس طرح پھانسو کہ جب یہ بات تم بیان کروگے تو اس کو خریدے گا۔اس نے فضائل بیان کئے۔چلیں ایک واقعہ یاد آگیا سناؤں آپ کو بڑا عبرت والا ہے۔ایلا ایک علاقہ ہے فلسطین میں،ایلا سے ایک تاجر آیا کرتا تھا اور وہ مدینہ منورہ میں اپنا ایلا کا سامان بیچ دیتا تھا اور مدینہ منورہ کی چیزیں خرید کرلے جاتا تھا اس طرح وہ سامان کا Exchange (تبادلہ) کرتا تھا یہی اس کا کاروبار تھا۔مدینہ منورہ جب آتا تھا تو قیلہ ایک عورت تھی اس کے ساتھ اس کی تجارتی آمدورفت اور معاہدہ تھا۔تو یہ بڑی باتونی عورت تھی اتنی باتیں کرتیں تھی کہ اگلے آدمی کے ہوش وحواس اڑا دیتی تھی۔جس چیز کو جس قیمت پر بیچنا چاہتی تھی بیچ دیتی تھی۔تو یہ کاروباریوں کو اپنے شعبے کا جادو آتا ہے۔اور اپنے بیٹوں کو جب قیلہ تجارتی گُر سکھاتی تھی تو کہتی دیکھو بیٹو گاہک کو پتہ نہیں ہوتا کوئی چیز کتنے کی ہے کتنے کی نہیں۔اتنی باتیں اس کے سامنے کرو کہ یہ متاثر ہو جائے،گاہک باتوں کو

خریدتا ہے اس کو چیز کی اچھائی برائی کا نہیں پتہ ہوتا۔ میں کبھی سودا لینے کے لئے جاؤں تو عالمگیر صاحب کو ساتھ لے کر جاتا ہوں کیوں کہ اتنی دنیا کی فکر اس نے کی ہے نا ماشاءاللہ ہر چیز کا ریٹ اس کو پتہ ہوتا ہے اور Quality پتہ ہوتی ہے، اس میں اُس نے معرفت اور پہچان پیدا کی ہوئی ہے۔اور ہم اگر بازار میں جائیں چھوٹے چھوٹے بچے ہمیں دھوکا دے دیتے ہیں، تھوڑی دیر میں پھانس لیتے ہیں۔ ایلا کے تاجر نے ایک دفعہ نیت کی کہ اس بار میں بھی جاؤں گا اتنی باتیں میں قیلہ کے ساتھ کروں گا کہ وہ باتوں میں مجھے نہیں گھیر سکے گی اور میں اچھی قیمت پر اپنی چیزیں بیچوں گا اور اس کی میں مناسب اور سستی قیمت پر خریدوں گا، ہر دفعہ یہ ہمیں پھانس لیتی ہے۔تاجر جب مدینہ منورہ آیا تو اس نے دیکھا کہ شہر کا نقشہ ہی بدلا ہوا ہے بازار ہیں صاف ستھرے، جگہ جگہ گھوڑے اور ٹٹو، اونٹ نہیں کھڑے ہیں کہ جگہ جگہ پیشاب کررہے ہوں لید کررہے ہوں بلکہ ان کے کھڑا کرنے کیلئے موقف ہے، پارکینگ سنٹر ہے، ایسے نگران کھڑے ہیں کہ کسی کو چھوڑتے ہی نہیں ہیں، کسی کو گڑبڑ کرنے کی اجازت ہی نہیں دیتے۔ بازار میں پھرا تو صاف ستھرے کپڑے لوگوں کے ہیں حالانکہ جب دکاندار دکان میں مگن ہوتا ہے اس کو کچھ ہوش نہیں ہوتا کہ میرے کپڑے گندے ہیں مجھ سے بدبو آرہی ہے۔اس کو لطف آرہا ہوتا ہے کہ پیسے آرہے ہیں۔صاف ستھرے کپڑے ہیں لوگوں کے، سفید کپڑے ہیں۔اس نے دیکھا بازار میں شور نہیں ہے۔ پھر قیلہ کے پاس پہنچا تو قیلہ نے کہا یہ یہ سامان ہے یہ یہ اس کے فوائد ہیں یہ یہ اس کے نقائص ہیں اور یہ اس کی قیمت ہے اور آپ لیں تو آپ کی مرضی۔اب وہ اور باتیں ہی نہیں کرتی۔تاجر نے اُس سے کہا کہ یہ تمہیں کیا ہوا تو باتیں کیوں نہیں کرتی؟ اس نے کہا دراصل ہمارے اندر ایک پیغمبر ﷺ آ گئے ہیں اور انہوں نے تجارت کا ایک طریقہ سکھا دیا ہے اب تجارت اس کے مطابق کیا کرتے ہیں آپ کو چیز کی اچھائیاں برائیاں بتادی ہیں قیمت بتادی ہے آپ کو اچھی لگے تو خرید لیں نہیں تو آپ کی مرضی، اس آدمی کو حیرت ہوئی۔

(جاری ہے)

عجیب

(ڈاکٹر فدا محمد صاحب مدظلہ)

جدہ کے ہوائی اڈے پر اترے، کاغذات کے معائنے والی جگہ میں داخل ہوئے تو آگے سے ایک بپھرا ہوا سعودی آگے بڑھا اور بندہ سے کہا ''پاکستانی'' بندہ نے کہا ہاں۔ اُس نے فوراً کہا منہ کھولو۔اُس کے پاس ایک شیشی تھی جس سے منہ میں قطرے ڈال رہا تھا۔ بندہ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ اُس نے کہا پولیو کے قطرے ہیں۔ بندہ نے اُس سے کہا ''بھئی میں ڈاکٹر ہوں۔'' اس پر وہ پیچھے ہٹ گیا۔ بندہ کو حیرت ہوئی کہ تریسٹھ سال کے آدمی کو یہ قطرے پلانے میں کیا تک ہے۔ جبکہ کتابوں نے لکھا ہے کہ یہ بیماری گیارہ سال کی عمر تک اثر کرسکتی ہے۔ اُس کے بعد آدمی اس کے اثرات سے محفوظ ہو جاتا ہے۔میڈیکل کی کتابوں میں کہیں بھی یہ نہیں لکھا ہوا کہ اتنی عمر کے آدمی بیماری کا ذریعہ بنتے ہیں یا وہ وائرس کے کیریئر ہوتے ہیں۔ آدمی پیچھے ہٹ گیا اور ہمارے چار ساتھیوں کو بھی معاف کردیا۔ اگر زیادہ الجھتا تو بندہ اُس سے پوچھتا یہ کونسا عالمی قانون ہے جس میں آپ بغیر شناخت کے اور بغیر دوائی کا لیبل دکھائے اور اپنی حکومت کے تحریری اجازت نامے کے بغیر اور میری حکومت کو خبر کئے بغیر مجھے یہ چیز پلا رہے ہیں۔

احوال

(مولوی عبید اللہ صاحب)

مجھے پچھلے مہینے اپنے آبائی علاقے قندوز (افغانستان) جانے کا اتفاق ہوا۔ اس بات کو دیکھ کر حیرت ہوئی کہ امریکیوں کی حکومت چند بڑے شہروں تک ہی محدود ہے۔ باہر کے علاقوں پر طالبان کا قبضہ ہے اور وہاں شرعی احکامات کا نفاذ ہے۔ ہمارے علاقے دشتِ ارچی میں عید کی نماز طالبان کے امیر کے زیر نگرانی ہوئی۔ نماز کے بعد ملا عمر صاحب کی طرف سے سب کو عید مبارک کہا گیا اور ان کا دس نکاتی بیان پڑھ کر سنایا گیا جس میں عوام سے یہ کہا گیا کہ اپنے فیصلے شریعت کی روشنی میں علمائے کرام کی مجالس جو اس مقصد کے لئے قائم کی گئی ہیں اُن سے کروائے جائیں، نیز باطل نظام کی تائید اور اُن کے ساتھ مل کر کام کرنے سے گریز کریں۔ تائید کرنے سے اور ساتھ مل کر کام کرنے سے اُن کی باطل ترتیب کو تقویت ہوتی ہے۔

ملفوظاتِ شیخ (حضرت ڈاکٹر فدا محمد دامت برکاتہم)

(ظہور الٰہی فاروقی صاحب) (قسط نمبر:۲۸)

مطلَق اجتہاد اور اجتہادِ مطلَق:

فرمایا کہ اجتہاد کی دو قسمیں ہیں، ایک کو کہتے ہیں مطلَق اجتہاد اور ایک کو کہتے ہیں اجتہادِ مطلَق۔ ایک دن ہمارے میڈیکل کالج میں ایک دینی دانشور کو تقریر کے لیے بلایا گیا۔ اس سے کسی نے اجتہاد کا سوال کیا۔ اس بیچارے کو جواب دینے کے لئے بہت بھٹکنا پڑا۔ بعد میں میں نے پروفیسر صاحبان سے کہا کہ اجتہاد کی دو قسمیں ہیں، ایک ہے مطلَق اجتہاد اور دوسرا ہے اجتہادِ مطلَق۔ تو اگر ان سینئر صاحب اور دانشور صاحب کو یہ بات آتی ہوتی تو یہ جواب دے سکتے۔ ان کو بنیاد ہی پتہ نہیں تھی۔ بعض لوگ کہتے ہیں اجتہاد کا دروازہ بند ہے، بعض لوگ کہتے ہیں اجتہاد کا دروازہ بند نہیں ہوسکتا قیامت تک۔ مطلَق اجتہاد کا دروازہ خیر القرون کے تین اَدوار کے بعد حدیث شریف کی روشنی میں بند ہوگیا ہے، اجتہادِ مطلَق کا دروازہ قیامت تک کھلا ہوا ہے۔ کیا قیامت تک انسانوں پر نئے حالات نہیں آئیں گے؟ آئیں گے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللّٰہ علیہ کے زمانے میں انتقالِ خون، اعضاء کا ٹرانسپلانٹ یہ چیزیں نہیں تھیں، یہ بعد میں آئی ہیں۔ ایک تو ہے اجتہاد کی بنیادیں بیان کرنا، اجتہاد کی بنیادیں جو ہیں وہ تو ان چار اماموں نے بیان کی ہوئی ہیں۔ لہٰذا وہ تو چار مکاتب فِکر یعنی (Schools of thought) ہیں۔ یہ اتنا مشکل کام ہے کہ اس سلسلے میں چار اماموں کی قربانیوں اور تکالیف کا جو اُنہوں نے اس کے لئے برداشت کیں ہم تصور بھی نہیں کرسکتے۔ ان کی بیان کردہ بنیادوں کی روشنی میں نئے مسائل کو بیان کرنا اجتہادِ مطلق ہے، وہ قیامت تک جاری رہے گا۔

ہمارے کالج میں ایک دفعہ ایک آدمی کو بلایا گیا غالباً بعد میں اس نے پیغمبری کا دعویٰ کر دیا۔ ہمارے کالج والوں نے مجھ سے پوچھے بغیر ہی بلایا تھا تو بڑا دانشور بنا ہوا تھا۔ دماغی لحاظ سے

بے چین (Restles) آدمی، میعارِ ذہانت پست (Low I.Q) اور دماغی بیماری کا تیار کیس (A Prone Case of Psychiatry) تھا،تو اس سے کسی آدمی نے سوال کرلیا کہ آپ کس سکول آف تھاٹ سے بات کرر ہے ہیں؟ اس نے کہا کہ میں کسی سکول آف تھاٹ کو نہیں مانتا ہوں، میں خود ایک سکول آف تھاٹ ہوں۔اس پروگرام میں مجھے بلایا تک نہیں تھا۔ میں نے بعد میں لوگوں سے کہا کہ اگر وہ کہہ رہا تھا کہ میں خود سکول آف تھاٹ ہوں تو پھر آپ اس سے یہ سوال کرتے کہ آپ خود سکول آف تھاٹ ہیں...اس کا تو مطلب یہ ہے کہ آپ کی اپنی ایک تفسیر ہوگی،آپ کی اپنی ایک بخاری و مسلم کی شرح ہوگی،آپ کی فقہ پر ہدایہ جیسی کتاب ہوگی۔تو وہ آپ کی کون کونسی کتابیں ہیں؟ ان کے نام ہمیں بتادیں۔آپ کی تفسیر کا کیا نام ہے؟ آپ کی بخاری ومسلم کی شرح کا کیا نام ہے؟اور آپ کی فقہ پر کونسی کتاب ہے؟ تو پھر اس کو پتہ چلتا کہ اس بات کو کہنا کہ میں خود سکول آف تھاٹ ہوں کتنا مشکل کام ہے۔اتنا آسان کام نہیں ہے یہ بہت مشکل کام ہے۔ ہر ایک آدمی نہیں کہہ سکتا کہ میں اتھارٹی (حجت) ہوں۔جب اتھارٹی ہونے کا آپ کہیں گے تو آپ کو اس کا ثبوت دینا پڑے گا۔

تباہی وہاں آتی ہے جہاں اللہ تعالیٰ کے احکامات ٹوٹتے ہیں، اور صدقہ اللہ تعالیٰ کے غصہ کو ٹھنڈا کرتا ہے، اور خراب موت سے محفوظ کرتاہے:

فرمایا کہ ۸ اکتوبر بھی عجیب تاریخ ہے،اسی تاریخ کو افغانستان پر امریکی حملہ ہوا اور 52-B طیاروں کی بمباری اور ڈیزی کٹر بموں کی برسات نے ملک کو ڈھیر کر کے رکھ دیا،انسانی املاک بے دردی سے تباہ ہوئیں،اور افغان مسلمان اور دُنیائے اسلام کے دیگر مما لک سے آئے ہوئے مسلمان تھوک کے حساب سے شہید ہوئے۔ٹھیک تین سال بعد اسی تاریخ ۸ اکتوبر کو قیامت خیز زلزلہ نے شمالی علاقہ جات،آزاد کشمیر،بالاکوٹ،بٹگرام اور اَلائی کو اپنی لپیٹ میں لیا۔اور آنِ واحد میں اَسی ہزار افراد ناپید ہوگئے، ۵ کھرب کا مالی نقصان ہوا،اور اچھا خاصا فوجی نقصان بھی

ہوا۔ بالاکوٹ کے قاضی جناب خلیل صاحب نے ایک عجیب خواب اپنے جمعہ کے خطبہ میں سنایا۔ دو ماہ پہلے ان کے متعلقین میں سے کسی نے خواب دیکھا کہ بالاکوٹ کے آمنے سامنے پہاڑوں پر ایک ایک فرشتہ بیٹھا ہوا ہے، ایک دوسرے سے کہتا ہے ''ان دونوں پہاڑوں کو اس بستی پر ملا نہ دیں؟'' اس پر دوسرے نے کہا۔ ''یہاں مدارس ہیں اور بچے قرآن پڑھتے ہیں۔'' اس کے دو ماہ بعد جب رمضان میں مدارس کی چھٹیاں ہوئیں تو خواب حقیقت بن گیا۔ تعجب ہے وہی بالاکوٹ جس کی اینٹ سے اینٹ بج گئی، اس میں تبلیغی جماعت کا مرکز، لڑکیوں کا دینی مدرسہ، مزار شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ایک عمارت مدنی پلازہ ٹھیک ٹھاک کھڑے ہیں، گویا زلزلہ ان کے قریب سے بھی نہیں گزرا۔ مدنی پلازہ کے مالک نیک صالح آدمی تھے، اپنے پلازہ میں نائی کی دُکان، ویڈیو کیسٹ کی دُکان اور سُودی کام کرنے والے دُکاندار کی دُکان نہیں چھوڑتے تھے۔ پگڑی (پیشگی اضافی رقم) نہیں لیتے تھے۔ کثرت سے صدقہ کرنے والے تھے، واقعی تباہی وہاں آتی ہے جہاں اللہ تعالیٰ کے احکامات ٹوٹتے ہیں، اور صدقہ اللہ تعالیٰ کے غصہ کو ٹھنڈا کرتا ہے، اور خراب موت سے محفوظ کرتا ہے۔

مومن پر ہر آن رحمت ہوتی ہے:

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو معاف کردے گا، مومن پر ہر آن رحمت ہوتی ہے، پکڑ آئے رحمت ہوتی ہے، بیمار ہونا، پریشانی، یہاں تک کہتے ہیں کہ آپ نے ایک جیب میں مسواک ڈالی تھی اور دوسری جیب میں ڈھونڈ رہے تھے اور تھوڑے سے پریشان ہوگئے، اس پریشانی پر بھی اجر ملتا ہے۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَتِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ (الزُّمر:۵۳)

ترجمہ: ''(میری جانب سے) کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہوجاؤ، بالیقین اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے، واقعی وہ

بڑی بخشش بڑی رحمت والا ہے۔"

اللہ کے راستے میں پیاس ،بھوک اورتھکاوٹ جیسی جو مشکلات پیش آتی ہیں،وہ ساری کی ساری عملِ صالح کے طور پہ لکھی جاتی ہیں:

فرمایا کہ میں جامعہ عثمانیہ میں مفتی غلام الرحمٰن صاحب سے ملنے گیا اُنہوں نے فرمایا کہ صبح آٹھ بجے سے ابھی رات آٹھ بجے تک بیٹھا ہوا ہوں ،داخلے کا انٹرویو کررہا ہوں۔تو میں نے عرض کیا کہ اللہ کا شکر ہے۔میں ابھی ہیلتھ سیکریٹری سے ملکر آیا،وہ عشاء کے وقت کہہ رہا تھا کہ ابھی دفتر سے آیا ہوں اور یہ پلندہ لیکر آیا ہوں تو عشاء کو وہ فارغ ہوگئے۔شکر ہے کہ آپ عشاء کو بھی فارغ نہیں ہوئے پھر میں نے آیت سنائی کہ:

وَلَا يَطَئُوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۙ (التوبۃ:۱۲۰)

ترجمہ: "یہ اس سبب سے کہ ان کو اللہ کی راہ میں جو پیاس لگی اور جو تھکان پہنچی اور جو بھوک لگی اور جو کسی ایسی جگہ چلے جو کفار کے لئے موجب غیظ ہوا ہو اور دُشمنوں کی جو کچھ خبر لی ان سب پر ان کے نام (ایک ایک) نیک کام لکھا گیا۔یقیناً اللہ تعالیٰ مخلصین کا اَجر ضائع نہیں کرتا۔"

پیاس ،بھوک ،تھکاوٹ اللہ کے راستے میں جو مشکلات پیش آتی ہیں،ساری کی ساری عمل صالح میں لکھی جاتی ہیں۔تو مفتی صاحب بڑے خوش ہوئے۔میں نے کہا ہم جو آپ کے پاس آتے ہیں اور آپ مدرسے کا کام کررہے ہوتے ہیں،اس پر انوارات کا نزول ہوتا ہے،ہم ان انوارات سے استفادے کا مراقبہ کرکے بیٹھتے ہیں،پھر تو اور بھی خوش ہوئے۔

آدمی کو تو اللہ تعالیٰ کی ذاتِ ذُوالجلال پر ایسا بھروسہ ہو کہ اتنا بھروسہ اپنے ماں باپ پر، اپنی ملازمت پر، اپنے بنگلوں پر، اپنی جائیدادوں پر نہ ہو:

فرمایا کہ زلزلہ ہوا.....ہمارا گاؤں والا مکان رہنے کے قابل نہ رہا، میں بعد میں خیمہ لے کر پہنچا لیکن غیب کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے پہلے خیمے پہنچائے مُسْتَــوْدَع تو فوراً ہوگیا، اور مستقر کے لیے آگے منصوبہ بندی کریں گے وہ بھی اللہ تعالیٰ کردیگا۔ آدمی کو تو اللہ تعالیٰ کی ذات ذُوالجلال پر ایسا بھروسہ ہو کہ اتنا بھروسہ اپنے ماں باپ پر، اپنی ملازمت پر، اپنے بنگلوں پر، اپنی جائیدادوں پر نہ ہو، وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا، کوئی چوپایہ نہیں زمین پر جس کا رزق اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ نہ لیا ہو۔ ویعلم مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا آپ کی جتنی رہائش کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ اُس کا بندوبست فرمائے گا۔

مولانا سمیع اللہ صاحب کہتا ہے کہ محلے میں لوگوں نے ہیجڑے نچائے، میں نے کہا کہ میں اس آدمی کا نکاح نہیں پڑھاتا ہوں تو اُنھوں نے مجھے مسجد اور گھر سے نکال دیا۔ میں اپنا سارا سامان راستہ کے کنارے ڈال کر بیٹھ گیا بال بچوں سمیت، جس اللہ تعالیٰ کے لیے کیا ہے وہ ہمارا بندوبست فرمائے گا، بس شہرت ہوئی کہ مولوی صاحب کیوں نکلے ہیں؟ کہ مولوی صاحب ہیجڑے نچانے کی وجہ سے نکلا ہے۔ ایسی شہرت ہوئی کہ باطل کا رَد ہوا، باطل پر بُرا بھلا کہا گیا، کہتے ہیں کہ بس ابھی رات نہیں ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ٹھکانہ دے دیا۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ط (ھُوْد:۶)

ترجمہ: ''کوئی زمین پر چلنے والا ایسا نہیں ہے جسکی روزی اللہ کے ذمے نہ ہو۔ وہ اسکی عارضی قیام گاہ اور اُسکی مستقل قیام گاہ کو بھی جانتا ہے۔''

جہاں حضورِ اقدس ﷺ، انبیاء علیہم السّلام، صحابہ کرامؓ اور اولیاء عظامؒ کا تذکرہ ہو وہاں رحمت کا نزول ہوتا ہے:

فرمایا کہ طاعون کے زمانے میں حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانویؒ صاحب نے اپنی ایک کتاب 'نشر الطیب' کے بارے میں فرمایا کہ جس گھر میں یہ کتاب پڑھی جائے گی وہاں انشاء اللہ طاعون نہیں آئے گا۔ 'نشر الطیب' حضور ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے

بارے میں ہے، اس کا معنی ہے 'خوشبو کی بکھیر' اس کے سیرت کے مضامین احادیث پر مشتمل ہیں، ہوسکتا ہے حضرتِ والاؒ کو بذریعہ رُویائے صادقہ (سچے خواب) اس بات کی بشارت ہوئی ہو۔ یہ تو واضح بات ہے کہ جہاں حضورِ اقدس ﷺ، انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرامؓ اور اولیاء عظامؒ کا تذکرہ ہو وہاں رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ اور جہاں رحمت کا نزول ہو وہاں زحمت باقی نہیں رہتی۔

آج کل کے دَگرگوں حالات، تکالیف اور مشکلات کا حل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آدمی آجائے اللہ تعالیٰ کی پناہ کا قوی اور مضبوط ذریعہ نیک اعمال ہیں، گناہوں پر توبہ استغفار ہے۔

رَباط کیا چیز ہے؟

فرمایا کہ رَباط کہتے ہیں اسلامی سرحد پر کھڑے ہوکر اسلحہ کے ساتھ اسلامی سرحد کی حفاظت کرنے کو۔ دوسری تفسیر ہے نماز کا اہتمام کرنا، مغرب پڑھی ہے تو وہیں پر بیٹھا رہے عبادت، ذِکر وفکر میں لگا رہے، یہاں تک کہ عشاء ہو۔ فجر پڑھی ہے تو وہیں بیٹھا رہے یہاں تک کہ اشراق وہاں پڑھے۔ یہ رَباط والے جو لوگ ہوتے ہیں یہ بنکر اور مورچے ہوتے ہیں آفاتِ آسمانی کے خلاف۔ رمضان میں اعتکاف کرنے والے، اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز تک بیٹھنے والے، اور مساجد کو آباد کرنے والے، صبح کے بعد اشراق کی نماز پڑھنے والے، مغرب سے عشاء تک بیٹھنے والے، عصر سے مغرب تک بیٹھنے والے۔

بنکر کسے کہتے ہیں جی؟ زمین کھود کر اُس کے اندر پناہ گاہ بنانا، جس پر بم پھینکیں تو بم بھی اثر نہیں کرتے، عموماً وائرلیس وغیرہ کا نظام فوجیں بنکر میں رکھتی ہیں۔

فرمایا گیا ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا قف وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

(ال عمران: ۲۰۰)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! تم ثابت قدم رہو اور ایک دوسرے کو تھامے رکھو اور جہاد کے لئے تیار رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم مُراد کو پہنچو۔''

(جاری ہے)

حیرت انگیز

(امام ابو حامد الغزالیؒ)

روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو عطایا تقسیم کر رہے تھے کہ ایک شخص اپنے بیٹے کے ساتھ آیا آپؓ نے اُس شخص سے فرمایا کہ میں نے بیٹے کو باپ کا اتنا مشابہ کم ہی دیکھا ہے۔ اس شخص نے عرض کی امیر المؤمنین! اس بچے کا ایک عجیب واقعہ ہے۔ میں سفر کے لئے پا بہ رکاب تھا، ان دنوں میری بیوی حاملہ تھی، کہنے لگی مجھے اس حال میں چھوڑ کر آپ باہر جا رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ میں تیرے حمل کو اللہ تعالیٰ کی پناہ اور حفاظت میں دیتا ہوں، یہ کہہ کر میں چلا گیا۔ واپس آیا تو لوگوں نے مجھے بیوی کی موت کی اطلاع دی۔ ایک رات جبکہ میں کچھ لوگوں سے مصروفِ گفتگو تھا، مجھے ایک قبر پر آگ نظر آئی۔ میرے استفسار پر لوگوں نے بتلایا کہ یہ فلاں عورت کی قبر ہے اور یہ آگ ہمیں ہر رات نظر آتی ہے۔ میں نے کہا خدا کی قسم وہ تو نہایت عابدہ اور زاہدہ عورت تھی اس کی قبر میں آگ کا مطلب سمجھ میں نہیں آتا۔ ہم لوگ کدال اور پھاوڑہ وغیرہ لے کر قبر پر پہنچے، مٹی ہٹائی، ہم نے دیکھا کہ قبر میں ایک چراغ روشن ہے اور ایک بچہ ہاتھ پاؤں چلا رہا ہے۔ آواز آئی: اے فلاں! یہ تیری امانت ہے اگر تو اس کی ماں کو بھی ہمارے سپرد کرتا تو تجھے وہ بھی زندہ ملتی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا واقعی یہ بچہ تم سے بہت زیادہ مشابہ ہے جیسے کوا کوے سے مشابہ ہوتا ہے۔

(احیاء العلوم صفحہ ۳۹۴، ۳۹۵ جلد دوم)

☆☆☆☆☆☆☆

ایمان کے خصوصی اور اہم اجزاء (قسط۔۱)

(مولانا ڈاکٹر عبید اللہ صاحب)

ایمان الگ چیز اور حقیقت ہے اور اعمال الگ۔ لیکن پھر بھی ان دونوں کا آپس میں تعلق اس درجہ کا ہے کہ اعتقادِ باطنی (یعنی ایمان) کے بغیر صرف اعمالِ ظاہرہ (اسلام) کھلا ہوا نفاق ہیں اور اعمالِ ظاہرہ کے بغیر اعتقادِ باطن (ایمان) کفر کی ایک صورت (عملی کفر) ہے۔ (مظاہرِ حق جدید ص ۹۰، جلد اول)

ڈاکٹر سید وقار احمد رضوی محاضرات قرآن میں لکھتے ہیں: ''ایمان اسلام کی فکری اور فلسفیانہ اساس ہے۔ ایمان سے مراد فکر و نظر اور دل و دماغ کی تبدیلی ہے تاکہ انسان کا زاویہ نگاہ اور سوچنے کا انداز بدل جائے اور وہ اپنی پوری زندگی کو خدا کی اطاعت کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرے۔'' (محاضرات قرآن، ص ۶۳)

دوسری جگہ لکھتے ہیں اسلام میں ایمان کی شرط اس لئے رکھی گئی ہے کہ بغیر ایمان کے زندگی کی عمارت کسی بلند اور صحیح تخیل پر قائم نہیں رہ سکتی۔ (حوالہ بالا)

ایمان کو اعمال پر اس لئے فوقیت حاصل ہے کہ ایمان کا تعلق دل و دماغ کے ساتھ ہے اور دل و دماغ کی حیثیت حکمران کی سی ہے جبکہ اعضاء و جوارح (جو اعمال کے صدور کی جگہ ہیں) کی حیثیت رعایا کی سی ہے۔ دل کی فوقیت اور اس کی حکمرانی کا تذکرہ بخاری شریف کی حدیث شریف میں آیا ہے جس کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ انسان کے بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جو اگر درست ہے تو تمام بدن درست ہے اور اگر وہ بگڑ گیا تو تمام بدن بگڑ گیا اور وہ ٹکڑا دل ہے۔

نیک اعمال میں وزن اخلاص سے آتا ہے اور اخلاص بقدرِ ایمان ہوتا ہے۔ اس لئے ایمان قوی ہو تو عمل کی قیمت بڑھ جاتی ہے لیکن اگر ایمان کمزور ہو تو اعمال کا وزن (اجر) بھی کم ہو جاتا ہے۔ بعد والے لوگوں نے جتنے نفل اعمال کئے سب صحابہ کرام

رضوان اللہ علیہم اجمعین نے شاید اتنے نفل اعمال نہیں کئے ہیں لیکن اس کے باوجود بعد والے سارے کے سارے مل کر ایک ادنیٰ صحابی کے مرتبے تک نہیں پہنچ سکتے۔ اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ عمل کی قیمت ایمان (دل میں اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ جو محبت اور یقین کا تعلق ہے) کے بقدر لگتی ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ایمان جتنا مضبوط تھا اتنا بعد والوں کا نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے جسے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل اعمال میں نقل کیا ہے۔

''میرے صحابہ کو گالیاں نہ دیا کرو اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو وہ صحابہ کے ایک مد یا آدھے مد (چند سیر) کے برابر ثواب کے اعتبار سے نہیں ہوسکتا۔'' (فضائلِ اعمال از حضرت شیخ مولانا محمد زکریا قدس سرہٗ، ص ۲۲۹)

اعمال کی کثرت بھی ایمان کے نقصان کی تلافی نہیں کرسکتی۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے۔ ''اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ فلاں شہر کا تختہ اُلٹ دے تو جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب! اس شہر میں تیرا فلاں بندہ رہتا ہے جس نے ایک لمحہ بھی تیری نافرمانی نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کا تختہ بھی اُلٹ دو اور دوسرے شہریوں کا بھی اس لئے کہ میری نافرمانیوں کو دیکھ کر بھی اس کے ماتھے پر بل نہیں پڑا۔

(مشعلِ راہ ص ۹۵ تصنیف عبدالرزاق کوڈواوی، ناشر دارالاشاعت کراچی، بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

چونکہ درج بالا واقعہ میں مذکور عابد میں برائی کو دیکھ کر دل میں ناپسندیدگی (جس کو ایمان کا آخری درجہ کہا گیا ہے) بھی نہیں پائی جارہی ہے جس کی وجہ سے ماتھے پر بل آئے اس لئے اعمال کی کثرت کے باوجود ایسا بندہ اللہ کے عذاب سے نہیں بچ سکا ہے۔ اس کے بالمقابل حضرت ابومحجن ثقفیؓ کا جنگِ قادسیہ کے موقع والا واقعہ ہے جو شراب پینے کے جرم میں قید تھے۔ جنگ کا منظر دیکھ کر شریک ہونے کے لئے بے تاب ہوگئے اور جنگ کے شرکت کے لئے ایسے شوقیہ اشعار پڑھے کہ حضرت سعدؓ کی اہلیہ کو اُن پر ترس آیا اور اُن کی بیڑیاں کاٹ

ڈالیں ۔وہ جنگ میں شامل ہوئے اور صفوں کی صفیں اُلٹ دیں۔ شام کو واپس آکر خود بیڑیاں پہن لیں ۔حضرت سعدؓ کو جب پتہ چلا تو ان کو اسی وقت آزاد کیا اور کہا ''خدا کی قسم مسلمان پر جو شخص یوں نثار ہو میں اس کو سزا نہیں دے سکتا۔'' اور ابو محجنؓ نے کہا ''بخدا میں بھی پھر کبھی شراب کو ہاتھ نہ لگاؤں گا۔'' (خلاصہ از الفاروق، ص ۱۰۱) اس جگہ عمل میں تو خطا تھی لیکن قلب کا ایمانی جذبہ ایسا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے جان ہتھیلی پر رکھی ہوئی تھی۔

حقیقتِ ایمان:

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے بارے میں، اور آخرت کے بارے میں اور اسی طرح کے دوسرے غیبی امور کے بارے میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کی کتاب جو کچھ بتائے دل کو اس کا ایسا یقین ہو جائے جیسا کہ کسی چیز کے مشاہدہ کے بعد ہوتا ہے۔جس کے بعد کسی قسم کے شک اور وسوسہ کی گنجائش نہیں رہتی اور پھر وہ یقین ہی زندگی کا سب بڑا عامل بن جاتا ہے۔اس کے بارے میں حضرت امام بخاری نے اپنی ''الجماع الصحیح'' میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضہ اللہ تعالیٰ عنہٗ کا یہ ارشاد نقل فرمایا کہ ''اَلْیَقِیْنُ الْاِیْمَانُ کُلُّہٗ'' (یعنی یقین ہی اصل ایمان ہے۔)

بعض حقیقتیں ایسی ہوتی ہیں جن کا نظری اور علمی طور پر سمجھنا تو بہت مشکل ہوتا ہے۔لیکن جب وہ موجود ہو کر سامنے آجائیں تو دیکھنے والوں کے لئے وہ ایک بالکل بدیہی (واضح) بات ہوتی ہے۔ یہ ایمان بھی اسی قسم کی ایک حقیقت ہے، اس کے حاملوں کو دیکھ کر اس کی حقیقت بڑی آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے۔اس کا بہترین نمونہ صحابہ کرامؓ کی پوری جماعت تھی ایک صحابی (حارثؓ بن مالک) سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دِن دریافت فرمایا ''کَیْفَ اَصْبَحْتَ یَا حَارِثُ؟''(اے حارث! تم نے کس حالت میں صبح کی؟'' انہوں نے عرض کیا ''اَصْبَحْتُ مُؤْمِناً حَقًّا''(خدا کے فضل سے میں نے ایمان کی حالت میں صبح کی ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''انظر ما تقول

الاخ'' (یعنی سوچو تم کیا کہہ رہے ہو؟ ہر چیز کی ایک حقیقت ہے، کیا وہی تم کو حاصل ہے؟) اس نے عرض کیا الحمدللہ! میرا یہ حال ہے کہ عرشِ الٰہی گویا میری آنکھوں کے سامنے ہے اور جنت کی بہاروں کا اور اس میں جنتیوں کی ملاقاتوں کا گویا نظارہ کر رہا ہوں اور دوزخیوں کی چیخ و پکار گویا میرے کان سن رہے ہیں۔ (اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حارثؓ کی تکذیب نہیں کی گویا تصدیق ہوئی کہ یہی ایمان کی حقیقت ہے۔ مؤلف) ان صحابیؓ کا مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کے بارے میں جو کچھ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا ہے اور جو کچھ قرآن مجید نے بتایا ہے اس کا مجھے ایسے یقین حاصل ہے کہ گویا میں اس کو دیکھ رہا ہوں، اسی طرح آخرت کے بارے میں اور دوزخ اور جنت کے بارے میں، میں نے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اور قرآن مجید میں پڑھا ہے اس کا ایسا یقین حاصل ہے کہ گویا وہاں کی آوازیں تک کانوں میں گونج رہی ہیں۔

ان صحابیؓ نے اپنا جو حال بتایا یہی بس ''ایمان کی حقیقت'' ہے۔ اور یہ ان کی خصوصیت نہ تھی، بلکہ سب صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا یہی حال تھا۔

ایک تابعی بزرگ نے جن کا مجھے اس وقت نام یاد نہیں، صحابہ کرامؓ کے بارے میں اپنے زمانے کے لوگوں سے فرمایا تھا کہ ہم نے ان کو دیکھا ہے، وہ نماز، روزہ جیسے اعمال میں تم سے بہت بڑھے ہوئے نہیں تھے، اُن کا خاص امتیاز ان کے دل کا یقین تھا جو ان کے دلوں میں جاگزیں تھا۔ ان کے الفاظ ہیں: ''وَلٰکِنَّہٗ شَیءٌ وَقَّرَ فِی قلوبھم۔''

ایک دوسرے تابعی بزرگ غالباً سیدنا حسن بصریؒ کا صحابہ کرامؓ ہی کے بارے میں ارشاد ہے: ''کَاَنَّھُمْ رَاْئِیُ عَیْنٌ۔'' یعنی اُن کے پاس بیٹھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جو غیبی حقیقتیں ہم نے صرف سنی ہیں اور جن کا ذکر ہم نے قرآن مجید میں پڑھا ہے، ان کو

انہوں نے گویا آنکھوں سے دیکھا ہوا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک صحابیؓ کا مشہور و معروف شعر ہے۔

اَرَانَا الْھُدٰی بَعْدَ الْعَمٰی فَقُلُوْبُنَا
بِہٖ مُوْقِنٰاتٌ اَنَّ مَا قَالَ وَاقِعٌ

یعنی ہم اندھیرے میں تھے اور گویا بالکل اندھے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آ کر ہمیں راہِ ہدایت دِکھائی۔ اب خدا کے فضل سے ہمارا یہ حال ہے کہ ہمارے دلوں کو اس بات کا پورا پورا یقین نصیب ہے کہ جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بلاشبہ واقع ہونے والا ہے۔

صحابہ کرام کا حال یہی تھا کہ جو چیز اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن لی تھی اُس کا پورا پورا یقین اُن کو حاصل تھا، اُن کے لئے اُس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں تھی۔ اُن کا یہ حال صرف ایمانیات ہی کے بارے میں نہیں تھا بلکہ جس باب کی جو بات بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے سامنے فرمائی اُن کے دلوں کو اُس کا پورا پورا یقین حاصل ہو گیا اگرچہ ظاہری حالات کے لحاظ سے وہ بالکل بعید از قیاس ہی کیوں نہ ہوتی تھی۔

مکہ معظّمہ کی انتہائی مظلومیت کے دور میں یہ بات کس قدر بعید از قیاس تھی کہ عنقریب یہاں اسلام کو اقتدار اور غلبہ نصیب ہوگا اور دشمن طاقتیں اسلام کے مقابلہ میں سرنگوں ہوں گی۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی اور صحابہ کرامؓ کے دلوں نے بغیر کسی شک و وسوسہ کے اس پر یقین کر لیا۔ ایسا بھی ہوا کہ کبھی کسی شخص کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جزوی بات فرمائی جس کا تعلق نہ ایمانیات سے ہوتا نہ امت کے کسی اہم مسئلے سے لیکن سننے والوں نے اُس پر بھی ویسا یقین کیا جیسا یقین آج ہمیں ایمانیات کے بارے میں بھی نصیب نہں ہے۔

(حقیقتِ ایمان کے عنوان کے تحت جو کچھ لکھا گیا ہے یہ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر ''حقیقتِ ایمان'' سے جوں کا توں نقل کیا گیا ہے۔ یہ تقریر ماہنامہ 'الفرقان' لکھنو جمادی الثانی ورجب المرجب ۱۴۲۲ھ میں موجود ہے۔)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہٗ کی فضیلت کی وجہ:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ابو بکرؓ کثرتِ صلوٰۃ وصیام سے نہیں بڑھے بلکہ ان کے قلب میں ایک شے ہے جس کی وجہ سے ان کو فضیلت ہے۔ (حصولِ ولایت اور محبتِ الٰہی کے راستے از مولانا ارسلان ص ۲۹)

ایمان کے اصول (جڑیں) و فروع (شاخیں):

قرآن مجید میں ہے

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۝ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا ط وَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ (ابراھیم: ۲۴،۲۵)

ترجمہ: تو نے نہ دیکھا کیسی بیان کی اللہ نے ایک مثال بات ستھری جیسے ایک درخت ستھرا، اس کی جڑ مضبوط ہے اور ٹہنے (شاخیں) ہیں آسمان میں۔ لاتا ہے پھل اپنا ہر وقت پر اپنے رب کے حکم سے اور بیان کرتا ہے اللہ مثالیں لوگوں کے واسطے تاکہ وہ فکر کریں۔ (ترجمہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ مقدمہ فروع الایمان میں اس آیت کو ذکر فرمانے کے بعد تحریر فرماتے ہیں ''جاننا چاہیئے کہ قرآن مجید کی آیت مرقومہ بالا سے مجملاً معلوم ہوتا ہے کہ ایمان میں کچھ اصول ہیں اور کچھ فروع ہیں۔''

(فروع الایمان، ص ۷ ناشر ادارہ اسلامیات لاہور)

جن صفات کا تعلق نیت واعتقاد اور عملِ قلبی سے ہے یہ ایمان کے اصول ہیں اور اس میں تمام عقائد اور اخلاق (یعنی فضائل کا حصول اور رذائل سے پاکی حاصل کرنا) شامل ہیں۔ اور جن چیزوں کا تعلق باقی اعضاء کے ساتھ ہے وہ ایمان کے فروع (شاخیں) ہیں۔

ایمان کے خصوصی اجزاء:

روایات حدیث میں کسی صفت کو ایمان، کسی کو ایمان کا حصہ، کسی کو صریح ایمان کہا گیا ہے جبکہ بعض صفات جس بندے میں موجود ہوں اس کے بارے میں فرمایا گیا کہ اس نے ایمان کا مزہ چکھ لیا۔ یہ صفات گویا ایمان کے خصوصی اجزاء ہیں۔

ان صفات کا کمال اعمال کی کوتاہی کے باوجود (خدانہ کرے اگر ہو بھی) حسنِ خاتمہ اور سعادتِ ابدی کی طرف لے جانے والا ہے۔ جبکہ ان صفات کا نقصان ایمان کا نقص ہے جو کہ اعمال کی کثرت کے باوجود خطرناک ہے اس لئے کہ اعمال ایمان کے نقص کی تلافی نہیں کر سکتے۔

ان صفات میں سے بھی بہت اہم حیا اور غیرت کی صفت ہے۔ اس صفت کی میڈیا (ذرائع ابلاغ، پرنٹ اور الیکٹرانک) اور دوسرے جدید آلات سے بالکل نہیں بنتی ہے۔ وہ لوگ شدید غلط فہمی میں مبتلا ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان ڈبوں اور اخبارات کی فحش تصاویر سے بھی لطف اندوز ہوں گے اور دینداری اور حیاء بھی ہمارے اندر موجود رہے گی

ع این خیال است ومحال است وجنون است

ترجمہ: یہ (صرف) خیال ہے، ناممکن ہے بلکہ پاگل پن ہے۔

کیونکہ ان چیزوں کے استعمال سے اعمال کی نورانیت وروحانیت جل جاتی ہے۔ آئندہ صفحات میں ان روایات کو ذکر کیا جائے گا جن میں ایمان کے ان خصوصی اجزاء کا ذکر ہے۔ (جاری ہے)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

یَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُوَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍمِّنْ طِیْنٍ o ثُمَّ جَعَلْنٰہُ نُطْفَۃً فِیْ قَرَارٍمَکِیْنٍ o ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَۃَعَلَقَۃً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَۃَمُضْغَۃً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَۃَ عِظٰما فَکَسَوْنَا عِظٰمَ لَحْماً ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰہُ خَلْقاً اٰخَرَفَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنِ o رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنَ الصَّالِحِیْنِ o رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًاوَّ اَنْتَ خَیْرُالْوَارِثِیْن o رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَۃً طَیِّبَۃً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثاوَّیَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرًا ط اِلٰھِی بِحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَ اَھْلِ بَیْتِ الْعِظَّام.

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

یَامُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍمِّنْ طِیْنٍ o ثُمَّ جَعَلْنٰہُ نُطْفَۃً فِیْ قَرَارٍمَکِیْنٍ o ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَۃَعَلَقَۃً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَۃَمُضْغَۃً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَۃَ عِظٰماً

فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۖ ثُمَّ اَنْشَأْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ۝ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ۚ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنٰثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۚ اِلٰهِيْ بِحُرْمَتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَهْلِ بَيْتِ الْعِظَامِ.

دارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی ترتیب

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں تربیتی ترتیب کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

درجہ اوّل: تعلیم الاسلام (مفتی کفایت اللہ صاحبؒ) کا چار پانچ مرتبہ مطالعہ تاکہ مسائل ذہن نشین ہو جائیں، جہاں سمجھ نہ آئے خود فیصلہ کرنے کی بجائے علماء سے پوچھنا، استعداد اچھی ہو تو اپنے گھر یا مسجد میں چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس کو سبقاً سبقاً پڑھنا۔

اُم الامراض، اکابر کا سلوک و احسان، فیضِ شیخ (حضرت مولانا زکریاؒ)

تسہیلِ قصد السبیل، تسہیل المواعظ، اصلاحی نصاب (دس رسالوں کا مجموعہ از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

درجہ دوم: بہشتی زیور، ملفوظاتِ حکیم الامت (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، اُسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحبؒ)، آپ بیتی (حضرت مولانا زکریاؒ)، تذکرۃ الاولیاء (شیخ فریدالدین عطارؒ) اور کیمیائے سعادت (امام غزالیؒ)

درجہ سوم: سلوکِ سلیمانی (حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ) تربیت السالک، التکشف، بوادرنوادر، انفاس عیسیٰ، بصائرحکیم الامت (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)، احیاء العلوم (امام غزالیؒ)

جھری ذِکر کی احتیاط اور طریقہ

سارے تصوف کے سلاسل کی طرح ہمارے سلسلہ میں بھی ذِکر کو قلب کی اصلاح میں بطور بنیادی ذریعہ شامل کیا گیا ہے۔ سلسلہ کی ترتیب میں چشتیہ صابر یہ جہری طریقہ ذِکر، ضرب کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے۔ پہلے درجہ میں صرف سوبار **لا الہ الا اللّٰہ**، سوبار **الا اللّٰہ** اور سوبار **اللّٰہ** کا ذِکر کیا جاتا ہے۔ دوسرے اور تیسرے درجہ میں **لا الہ الا اللّٰہ** دوسوبار، **الا اللّٰہ** چارسوبار **اللّٰہُ اللّٰہ** چھ سوبار، **اللّٰہ** سوبار کی اجازت دی جاتی ہے۔

کتابوں کا مطالعہ تو ہر کوئی کرسکتا ہے جبکہ جہری ذِکر کی ترتیب کے لیے بیعت، مشورہ اوراس کے طریقہ کو بالمشافہ (آمنے سامنے) سیکھنا ضروری ہے، خود سے کرنے میں ذہنی وجسمانی نقصان کا خطرہ ہوسکتا ہے۔

ایک ناقابلِ انکار حقیقت

انسان خدا تعالیٰ کا انکار کرسکتا ہے، رسول کا انکار کرسکتا ہے آخرت کا انکار کرسکتا ہے لیکن ایک ایسی حقیقت جس کا انکار نہیں کرسکتا وہ موت ہے۔

ے جان جانی ہے جا کر رہے گی　　　موت آنی ہے آ کر رہے گی

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ

ترجمہ: ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو قیامت کے دن پورے بدلے ملیں گے۔ پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اُس کا کام تو بن گیا۔

ے پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی　　　کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

اَلْمَوْتُ قَدْحٌ كُلُّ نَفْسٍ شَارِبُوْهَا　　　وَالْقَبْرُ بَابٌ كُلُّ نَفْسٍ دَاخِلُوْهَا

ترجمہ: موت ایک پیالہ ہے جسے ہر نفس نے پینا ہے اور قبر ایک دروازہ ہے جس سے ہر نفس نے داخل ہونا

ہے۔

حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلوی رحمت اللہ علیہ تہجد سے پہلے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

شب تاریک، رہ باریک، منزل دور، من تنہا دستم گیر یا اللہ!، دستم گیر یا اللہ!

رات اندھیری، راہ ہے ٹیڑھی، منزل دور اور ہم تنہا پکڑیو ہاتھ یا اللہ!، پکڑیو ہاتھ یا اللہ!

بہرحال جن کی آخرت آباد ہے اُن کے لئے تو بشارت ہے:

اَلْمَوْتُ جَسْرٌ یُّوْصَلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْب

ترجمہ: موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ ہی شعر پڑھا کرتے تھے:

؎ بلا سے نزع میں تکلیف کیا ہے سکونِ خاطر بھی کم نہیں ہے
کسی سے ملنے کی ہیں اُمیدیں کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے

یہ عالم عیش و عشرت کا یہ حالت کیف و مستی کی بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی بس اتنی سی حقیقت ہے 'فریبِ خوابِ ہستی' کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی سرگرمیاں

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ، جو بندہ کے شیخ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی پشاوریؒ اور حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کے شیخ شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلویؒ کی یاد میں قائم ہوا ہے، سالانہ مندرجہ ذیل اصلاحی سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔

۱۔ درسِ قرآن: ہفتہ میں چھ دن بعد نماز عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۲۔ مجلسِ ملفوظات: ہفتہ میں سات دن بوقتِ اشراق، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۳۔ مجلسِ ذکر: بروزِ اتوار مغرب تا عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۴۔ مجلسِ ذکر: بروزِ پیر مغرب تا عشاء، مسجدِ نور، فیز تھری، حیات آباد، پشاور۔

۵۔ مجلسِ ذکر: بروزِ منگل مغرب تا عشاء، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۶۔ عورتوں کی مجلس: بروزِ ہفتہ عصر تا مغرب، حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کے گھر، دھوبی گھاٹ، پشاور یونیورسٹی۔

۷۔ جمعہ کا خطبہ: مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۸۔ ماہوار اجتماع: اس کے لئے تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ اجتماع بروزِ ہفتہ مغرب سے شروع ہوکر بوقت چاشت اتوار کو ختم ہوتا ہے۔ مہمانوں کے قیام وطعام کا بندوبست ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

۹۔ رمضان: پہلے بیس دن ہر روز مغرب سے پہلے مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی میں مجلسِ ذکر ہوتی ہے۔ مہمانوں کا افطار ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ آخری عشرہ میں تربیتی اعتکاف ہوتا ہے جس میں کثیر تعداد شرکت فرماتی ہے۔

۱۰۔ موسمِ گرما کا اجتماع: موسمِ گرما میں شمالی علاقہ جات میں کسی ٹھنڈے مقام پر سالانہ

اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر فدا محمد مد ظلہٗ)

☆☆☆☆☆☆☆

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَۃٍ مِّنۡ طِیۡنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلۡنٰہُ نُطۡفَۃً فِیۡ قَرَارٍ مَّکِیۡنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقۡنَا النُّطۡفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقۡنَا الۡعَلَقَۃَ مُضۡغَۃً فَخَلَقۡنَا الۡمُضۡغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوۡنَا الۡعِظٰمَ لَحۡمًا ق ثُمَّ اَنۡشَاۡنٰہُ خَلۡقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِیۡنَ ۝ رَبِّ ہَبۡ لِیۡ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ۝ رَبِّ لَا تَذَرۡنِیۡ فَرۡدًا وَّ اَنۡتَ خَیۡرُ الۡوٰرِثِیۡنَ ۝ رَبِّ ہَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً ط اِنَّکَ سَمِیۡعُ الدُّعَآءِ ط یَہَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ یَہَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ الذُّکُوۡرَ ط اِلٰہِی بِحُرۡمَتِ رَسُوۡلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ وَ اَہۡلِ بَیۡتِ الۡعِظَامِ.

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍ مِّنْ طِیْنٍ ○ ثُمَّ جَعَلْنٰہُ نُطْفَۃً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ ○ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَۃَ مُضْغَۃً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰہُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ ○ رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ○ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ ○ رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّیَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَا ط اِلٰھِی بِحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَ اَھْلِ بَیْتِ الْعِظَّام.

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی ترتیب

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں تربیتی ترتیب کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

درجہ اوّل: تعلیم الاسلام (مفتی کفایت اللہ صاحبؒ) کا چار پانچ مرتبہ مطالعہ تاکہ مسائل ذہن نشین ہو جائیں، جہاں سمجھ نہ آئے خود فیصلہ کرنے کی بجائے علماء سے پوچھنا، استعداد اچھی ہو تو اپنے گھر یا مسجد میں چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس کو سبقاً سبقاً پڑھنا۔

اُم الامراض، اکابر کا سلوک و احسان، فیضِ شیخ (حضرت مولانا زکریاؒ)

تسہیلِ قصد السبیل، تسہیل المواعظ، اصلاحی نصاب (دس رسالوں کا مجموعہ از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

درجہ دوم: بہشتی زیور، ملفوظاتِ حکیم الامت (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، اُسوۂ رسول اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحبؒ)، آپ بیتی (حضرت مولانا زکریاؒ)، تذکرۃ الاولیاء (شیخ فریدالدین عطارؒ) اور کیمیائے سعادت (امام غزالیؒ)

درجہ سوم: سلوکِ سلیمانی (حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ) تربیت السالک، التکشف، بوادرنوادر، انفاس عیسیٰ، بصائر حکیم الامت (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)، احیاء العلوم (امام غزالیؒ)

جہری ذِکر کی احتیاط اور طریقہ

سارے تصوف کے سلاسل کی طرح ہمارے سلسلہ میں بھی ذِکر کو قلب کی اصلاح میں بطور بنیادی ذریعہ شامل کیا گیا ہے۔ سلسلہ کی ترتیب میں چشتیہ صابر یہ جہری طریقہ ذِکر، ضرب کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے۔ پہلے درجہ میں صرف سو بار **لاالہ الا اللّٰہ**، سو بار **الا اللّٰہ** اور سو بار **اللّٰہ** کا ذِکر کیا جاتا ہے۔ دوسرے اور تیسرے درجہ میں **لا الہ الا اللّٰہ** دو سو بار، **الا اللّٰہ** چار سو بار **اللّٰہُ اللّٰہ** چھ سو بار، **اللّٰہ** سو بار کی اجازت دی جاتی ہے۔

کتابوں کا مطالعہ تو ہر کوئی کر سکتا ہے جبکہ جہری ذِکر کی ترتیب کے لیے بیعت، مشورہ اور اس کے طریقہ کو بالمشافہ (آمنے سامنے) سیکھنا ضروری ہے، خود سے کرنے میں ذہنی و جسمانی نقصان کا خطرہ ہو سکتا ہے۔

ایک ناقابلِ انکار حقیقت

انسان خدا تعالیٰ کا انکار کر سکتا ہے، رسول کا انکار کر سکتا ہے آخرت کا انکار کر سکتا ہے لیکن ایک ایسی حقیقت جس کا انکار نہیں کر سکتا وہ موت ہے۔

؎ جان جانی ہے جا کر رہے گی موت آنی ہے آ کر رہے گی

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ

ترجمہ: ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو قیامت کے دن پورے بدلے ملیں گے۔ پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اُس کا کام تو بن گیا۔

؎ پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

اَلْمَوْتُ قَدَحٌ كُلُّ نَفْسٍ شَارِبُوْهَا وَالْقَبْرُ بَابٌ كُلُّ نَفْسٍ دَاخِلُوْهَا

ترجمہ: موت ایک پیالہ ہے جسے ہر نفس نے پینا ہے اور قبر ایک دروازہ ہے جس سے ہر نفس نے داخل ہونا ہے۔

حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلوی رحمت اللہ علیہ تہجد سے پہلے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

شب تاریک، رہ باریک، منزل دور، من تنہا دستم گیر یا اللہ!، دستم گیر یا اللہ!

رات اندھیری، راہ ہے ٹیڑھی، منزل دور اور ہم تنہا پکڑیو ہاتھ یا اللہ!، پکڑیو ہاتھ یا اللہ!

بہر حال جن کی آخرت آباد ہے اُن کے لئے تو بشارت ہے:

اَلْمَوْتُ جَسْرٌ یُّوْصَلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْب

ترجمہ: موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ ہی شعر پڑھا کرتے تھے:

بلا سے نزع میں تکلیف کیا ہے سکونِ خاطر بھی کم نہیں ہے
کسی سے ملنے کی ہیں اُمیدیں کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے

یہ عالم عیش و عشرت کا یہ حالت کیف و مستی کی بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی بس اتنی سی حقیقت ہے 'فریبِ خوابِ ہستی' کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی سرگرمیاں

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ، جو بندہ کے شیخ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی پشاوریؒ اور حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کے شیخ شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلویؒ کی یاد میں قائم ہوا ہے، سالانہ مندرجہ ذیل اصلاحی سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔

۱۔ درسِ قرآن: ہفتہ میں چھ دن بعد نماز عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۲۔ مجلسِ ملفوظات: ہفتہ میں سات دن بوقتِ اشراق، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۳۔ مجلسِ ذکر: بروزِ اتوار مغرب تا عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۴۔مجلسِ ذکر: بروزِ پیر مغرب تا عشاء، مسجدِ نور، فیز تھری، حیات آباد، پشاور۔

۵۔مجلسِ ذکر: بروزِ منگل مغرب تا عشاء، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۶۔عورتوں کی مجلس: بروزِ ہفتہ عصر تا مغرب، حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کے گھر، دھوبی گھاٹ، پشاور یونیورسٹی۔

۷۔جمعہ کا خطبہ: مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۸۔ماہوار اجتماع: اس کے لئے تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔اجتماع بروزِ ہفتہ مغرب سے شروع ہوکر بوقت چاشت اتوار کوختم ہوتا ہے۔مہمانوں کے قیام وطعام کا بندوبست ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

۹۔رمضان: پہلے بیس دن ہرروز مغرب سے پہلے مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی میں مجلسِ ذکر ہوتی ہے۔مہمانوں کا افطار ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔آخری عشرہ میں تربیتی اعتکاف ہوتا ہے جس میں کثیر تعداد شرکت فرماتی ہے۔

۱۰۔موسمِ گرما کا اجتماع: موسمِ گرما میں شمالی علاقہ جات میں کسی ٹھنڈے مقام پر سالانہ

اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر فدا محمد مد ظلہٗ)

☆☆☆☆☆☆☆